ڈاکٹر غلام عباس گوندل/ ڈاکٹر شفیق احمد

لیکچرار ، شعبہ اردو، سر گودھا یونیورسٹی، سر گودھا

شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

'قواعدِ اردو' مؤلفہ مولوی عبدالحق

Dr Ghulam Abbas Gondal / Dr Shafique Ahmed

Lecturer, Department of Urdu, Sargodha University, Sargodha

Urdu Department, Islamia University, Bahawalpur

Qwaed-i-Urdu by Moulvi Abdul Haq

Qwaed-i-Urdu written by Moulvi Abdul Haq (1914) is very famous and widely discussed Urdu grammar book. People generally know it as the best book of Urdu grammar but they do not know much about the criticism on this book. The general reader does not know what changes were made by the author in different editions of the book. The article provides a comprehensive review of the contents of the book as well as a research based critical study of the observations made on the book and changes made by the author. It provides a fair ground for the preparation of critical edition of the book.

اردوقواعدنویسی کی روایت میں جس کتاب کوواقعتاً عہدآفریں قراردیاجاسکتا ہے، وہ مولوی عبدالحق کی ''قواعداردو'' ہے۔ جوشہرت ومقبولیت اس کتاب کوحاصل ہوئی وہ اردوقواعدکی کسی اورکتاب کوحاصل نہیں ہوئی۔ اردو کتبِ قواعد میں سے کسی کتاب نے اس قدرگہرے اور دوررس اثرات مرتب نہیں کیے جتنے اس کتاب نے کیے ہیں۔کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۴ءالناظر پریس لکھنؤ سے چھپا۔تقسیم ہند سے پہلے کتاب کے مزید تین ایڈیشن، مطبوعہ ۱۹۲۶ء، ۱۹۳۶ء اور ۱۹۴۰ء کا ذکرملتا ہے۔۱۹۲۶ء کے ایڈیشن کا ذکرڈاکٹرابوسلمان شاہ جہان پوری نے ''کتابیات قواعداردو'' میں کیا ہے لیکن دستیاب نہیں ہوسکا۔[۱]۱۹۳۶ء کا ایڈیشن انجمن ترقی ءاردو، اورنگ آبادکا اور ۱۹۴۰ء کا ایڈیشن انجمن ترقی ءاردو دہلی کا شائع کردہ ہے۔واضح رہے کہ پہلا ایڈیشن انجمن ترقی ءاردو سے شائع نہیں ہوا تھا بل کہ یہ ظفرالملک، ایڈیٹر'الناظر' لکھنؤ کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔قیام پاکستان کے بعدا سے ۱۹۵۱ء میں انجمن ترقی ءِاردوکراچی اور ۱۹۵۸ء میں اردو اکیڈمی لاہور نے شائع

کیا۔اس طباعت پر''طبع جدید' ' کے الفاظ درج ہیں۔بعدازاں اس کتاب کے کئی ایڈیشن پاکستان اور انڈیاسے شائع ہوئے۔یہ کتاب عبدالحق اکیڈمی دہلی،ادبی دنیا دہلی،ناز پبلشنگ ہاؤس دہلی،تاج پبلشرز دہلی،کتابستان علی گڑھ اورانجمن ترقی ءہندسے یہ کتاب کئی بارشائع ہوئی۔لاہور اکیڈمی لاہور نے ۱۹۵۸ء میں اس کی طبع جدید شائع کی۔ایک اشاعت ۱۹۸۹ء میں بھی سامنے آئی۔اس کے علاوہ بھی اسی ادارے نے کئی بار سنہ اشاعت درج کیے بغیر یہ کتاب شائع کی۔اس وقت اردو اکیڈمی لاہور سے شائع ہونے والے ایڈیشن طبع جدید کے مطابق ہیں جب کہ انجمن ترقی ءاردو ہند سے شائع ہونے والے ایڈیشن ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن کے مطابق ہیں۔

پہلی بار کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد مولوی عبدالحق اس کے متن پر مختلف اوقات میں نظرِ ثانی کرتے رہے۔اس سلسلے میں ۱۹۳۶ء،۱۹۴۰ء،۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۸ء (طبع جدید) کے ایڈیشن بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ان اشاعتوں میں تبدیلیاں بہت نمایاں ہیں۔۱۹۵۸ء کی طبع جدید کے بعد شائع ہونے والے نسخے کے بعد ترامیم کا سلسلہ نظر نہیں آتا۔متن میں تبدیلیوں کا سبب صرف مولوی عبدالحق کا تحقیقی مزاج ہی نہیں تھا بل کہ وہ تنقید بھی تھی جو وقتاً فوقتاً کتاب پر سامنے آئی اور مولوی عبدالحق نے اس تنقید کے تناظر میں کتاب میں تبدیلیاں کیں مگر کہیں اس کا ذکر نہیں کیا۔یاد رہے کہ کتاب کے مقدمے میں نظر ثانی کے دوران میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

کتاب کا موضوعاتی سانچا:

کتاب کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا تو اس کے موضوعات اور ترتیب مباحث کی نوعیت یہ تھی:

کتاب کی ابتدا میں ۲۵ صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں قواعد نویسی کی ضرورت واہمیت،قواعد نویسی کی تاریخ، اردو قواعد نویسی کی روایت اور اردو کی قواعدی بنیادوں اور قواعد کے نفسِ مضمون پر بات کی گئی ہے۔ڈاکٹر معراج نیّر نے لکھا کہ ''دوسری اشاعت''[۲] میں ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ان کی نظر سے شاید پہلا ایڈیشن نہیں گزرا کیوں کہ ''مقدمہ'' پہلی اشاعت ہی سے کتاب کا حصہ ہے۔فصل اول 'ہجا' کے مباحث میں ہے۔اس سے پہلے دوصفحات کی ایک تمہیدی تحریر بعنوان ''قواعد اردو'' ہے۔اس میں زبان،الفاظ اور قواعد کے تعلق پر مختصراً بات کی گئی ہے۔اس میں قواعد کے دائرہ بحث کے بارے میں لکھتے ہیں:

> قواعد تین مضامین سے بحث کرتے ہیں:اول؛اصوات وحروف واعراب(ہجا)دوم ؛تقسیم تبدیل واشتقاق(صرف)سوم؛جملے میں الفاظ کا باہمی تعلق نیز جملوں کا تعلق ایک دوسرے سے(نحو) [۳]

یہ تعین اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ مولوی عبدالحق کی رائے میں یہی تین موضوعات قواعد کے عناصر ثلاثہ میں داخل ہیں اور عروض قواعد کے دائرے میں شامل نہیں ہے۔یہ تصریح اس لیے لازم ہوجاتی ہے کہ کتاب کے عام طور پر دستیاب نسخوں میں عروض کا باب موجود ہے۔یہ باب ابتدائی طور پر کتاب کا حصہ نہیں تھا اور بعد میں شامل کیا گیا۔یہ حصہ شامل کرنے کے بعد بھی مؤلف نے قواعد کے نفس مضمون میں عروض کا ذکر نہیں کیا۔۔مؤلف نے عروض کو شامل کرنے کے بعد بھی ابتدائی تمہیدی حصے پر نظرِ ثانی کی لیکن قواعد کے تین بنیادی موضوعات ہی قائم رکھے۔عروض کی شمولیت کا سبب یہ نظر آتا ہے کہ

اشاعت کے کچھ عرصے بعد یہ کتاب یونی ورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہوگئی مثلاً پنجاب یونی ورسٹی کے' آنرز ان اردو' کے نصاب میں یہ کتاب ۲۹۔۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۷ء تک شامل رہی۔[۴] یہی معاملہ رموزِ اوقاف کا ہے۔اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں رموزِ اوقاف بھی شامل نہیں تھے۔

کتاب کا پہلا باب، مباحثِ ہجا کے بیان میں ہے۔اس میں حرف کی یہ مختصر سی تعریف کی گئی ہے:

آواز کو تحریری علامت میں لانے کا نام حرف ہے۔[۵]

اس بحث کے تین بنیادی اجزا ہیں۔ایک تو اردو حروف تہجی کی عربی، فارسی اور ہندی اساس پر غور کر کے حروف تہجی کی الگ الگ نشان دہی کی گئی ہے اور مختصر تاریخ حروف بھی بیان کی گئی ہے۔دوسرے اعراب کو تفصیل کے ساتھ زیر بحث لایا گیا ہے۔تیسرے شمسی اور قمری حروف کی نشان دہی کی گئی ہے۔اس باب میں یہ چیز قابلِ غور ہے کہ وہ ان حروف کی آوازوں کو مستقل مفرد آواز نہیں مانتے جن کی تحریری علامت (ابجد) میں دوچشمی ہائے ملی ہوئی ہوتی ہے جیسے بھ، پھ، تھ وغیرہ۔ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

درحقیقت یہ مفرد آوازیں نہیں۔[۶]

اسی بنا پر جب وہ تعدادِ حروف درج کرتے ہیں تو کل چونتیس لکھتے ہیں۔اس مؤقف پر بعد میں نظر ثانی کی اور طبع جدید میں یہ تعداد پچاس درج ہے۔مؤلف نے تشدید کے بارے میں یہ مؤقف پیش کیا:

جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجائے دوبارہ لکھنے کے صرف ایک ہی بار لکھتے ہیں اور اس پر علامت (ّ) لکھ دیتے ہیں۔[۷]

مثال میں 'مدّت' موجود ہے۔تشدید میں یہ اصول مفرد الفاظ کے لیے ہے۔سبقلاحقی ترکیبی الفاظ میں الگ الگ جز کے حروف تشدید سے ظاہر نہیں کیے جاسکتے جیسے ''خوددار'' اور ''کارروائی'' کی 'دال' اور 'ر' کو مشدد نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب کی فصل دوم 'صرف' کے مباحث کو محیط ہے۔اس میں پہلے کلمات کو دو قسموں؛ مستقل اور غیر مستقل میں تقسیم کیا گیا۔مستقل میں اسم، صفت، ضمیر، فعل اور متعلق فعل شامل ہیں۔غیر مستقل کلمات میں حروف شامل ہیں۔حروف میں ربط، عطف، تخصیص اور فجائیہ کی تقسیم کی گئی۔مؤلف نے مستقل کلمات کی پانچ قسمیں اور غیر مستقل کی ایک قسم یعنی حروف طے کر کے، حروف کی ذیلی اقسام میں ربط، عطف، تخصیص اور فجائیہ کو شامل کیا ہے اس لیے اس کی وضع کی گئی تقسیم کو چھ اجزا پر مشتمل سمجھا جاتا ہے۔اگر حرف کی اقسام کو الگ الگ شمار کریں تو یہ تعداد نو ہے۔

کلمے کی پہلی قسم اسم ہے۔اسم کی معنوی درجہ بندی کر کے اسے اسم خاص اور اسم عام میں تقسیم کیا گیا ہے۔اسم خاص کی قسموں میں خطاب، لقب، عرف، تخلص اور اسم صفت کا خاص استعمال شامل ہے۔اسم عام میں اسم کیفیت، اسم ظرف، اسم آلہ اور اسم جمع کو خاص قسمیں بتایا گیا ہے۔لوازم اسم میں جنس، تعداد اور حالت اسم شامل ہیں۔پہلی اشاعت میں اسم کی پانچ حالتیں ہیں لیکن طبع جدید میں آٹھ حالتیں فاعلی، مفعولی، ندائی، اضافی، ظرفی، خبری، ربطی اور طوری کر دی گئیں۔ کلمے کی دوسری قسم صفت ہے۔صفت کو ذاتی، نسبتی، عددی، مقداری اور ضمیری میں تقسیم کیا گیا ہے۔صفت ذاتی کے مدارج کے لیے مخصوص قواعد کی بجائے مختلف حروف کے ذریعے سے صفت کے درجے کے تعین کی وضاحت کی گئی۔صفات نسبتی کے قیام کے

متعدد قرینے درج کیے جن میں عام طور پر اسم کے بعد یائے معروف کے اضافے کا طریقہ بتایا گیا۔اس کے علاوہ وی، ۔آئی، ۔ئی، ۔نی، ۔نہ، ۔واں، ۔ار، ۔والا، ۔کا، ۔سا کے اضافے سے صفت نسبتی کا طریقہ بتایا گیا۔صفت عددی کو معین اور غیر معین کے درجوں میں تقسیم کیا گیا۔معین کی تین قسمیں معمولی، ترتیبی اور اضافی بتائیں۔غیر معین میں کئی، چند، بعض اور کچھ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔صفت مقداری کو بھی متعین اور غیر متعین میں تقسیم کیا گیا ہے۔صفات ضمیری میں یہ، کون، کون سا، جو، اور کیا کو شامل کیا ہے۔صفت کی تذکیر و تانیث اور تصغیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

کلمے کی تیسری قسم ضمیر کو شخصی، موصولہ، استفہامیہ، اشارہ اور تنکیر میں تقسیم کیا گیا۔ضمیر شخصی میں غائب، حاضر، متکلم، تعظیمی اور مشترک پر بات کی ہے۔موصولہ میں جو، جس، جن وغیرہ کی بحث ہے۔استفہامیہ میں کون اور کیا، ضمیر اشارہ میں یہ، وہ، اس، ان اور ضمیر تنکیر میں کوئی اور کچھ کو شامل کیا ہے۔صفات ضمیری ان کلموں کو کہا گیا جو ضمیر کی طرح ہیں لیکن جب اسم سے پہلے آتے ہیں تو صفت کی طرح کام کرتے ہیں جیسے اتنا، جتنا وغیرہ۔ضمیر کی بحث میں ضمیر کے ہندی ماخذ بھی تلاش کیے گئے ہیں۔

کلمے کی چوتھی قسم فعل ہے۔فعل کے طور میں لازم، متعدی، ناقص اور معدولہ شامل کیے۔بعد میں ترمیم کر کے معدولہ کی الگ قسم ختم کردی۔لوازم فعل میں طور، صورت اور زمانے کو شامل کیا۔طور کو معروف اور مجہول میں، صورت کو خبریہ، شرطیہ، احتمالی، امریہ اور مصدریہ میں تقسیم کیا۔تینوں زمانوں کی بحث کے اندر مصدر، مادۂ فعل، حالیہ ناتمام اور حالیہ تمام کا نقشہ درج کیا ہے۔یہ نقشہ ان بنیادی ساختوں کی نشان دہی کرتا ہے جو آگے چل کر مختلف علامات کے ساتھ ماضی، حال اور مستقبل کے صیغوں کی تشکیل کرتے ہیں۔اس میں مصدر کے تصور سے مربوط کر کے دیکھا ہے کیوں کہ ہمارے روایتی تصور قواعد میں مصدر کا تصور بہت مستحکم ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> مصدر کی علامت 'نا' گرادینے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ہے اور اسی سے تمام باقاعدہ افعال بنتے ہیں مثلاً ملنا کا مادہ 'مل' ہے، 'چلنا' کا 'چل۔ ہندی فعل کا مادہ صورت میں امر مخاطب کے مشابہ ہوتا ہے۔
> حالیہ ناتمام و تمام: فعل کے مادے سے حالیہ ناتمام اور تمام بنتے ہیں۔(۱) حالیہ ناتمام: مادے کے آخر میں 'تا' بڑھانے سے بناہے۔حالیہ تمام مادے کے آخر میں 'ا' بڑھانے سے بنتا ہے۔[۸]

فعل کی ساخت کی ان بنیادی شکلوں کے لیے حالیہ کا نام اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ وقوع فعل کا طریقہ ان سے طے ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ فعل کی حالت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

زمانے کے اعتبار سے سب سے پہلے فعل ماضی کو زیر بحث لایا گیا ہے اور فعل ماضی کی اقسام ماضی مطلق، ماضی ناتمام، تمام، شرطیہ (تمنائی) اور احتمالی پر بات کی گئی ہے۔فعل حال کی چھ قسمیں سادہ و قدیم حال مطلق، فعل امر، حال مطلق، حال ناتمام، حال تمام اور حال احتمالی درج کی ہیں۔مستقبل میں مستقبل مطلق اور مستقبل مدامی کی بحث ہے۔اس بحث میں کئی نکات ایسے ہیں جو فعل کے معاملے میں ان کی اجتہادی فکر کی نشان دہی کرتے ہیں مثلاً:

(۱) کتاب میں اردو کے مزاج کے مطابق ابتدائی ساختوں کے علاوہ ایک ہی قسم کے فعل کو مختلف قرینوں اور بطور خاص امدادی افعال کی مدد سے بنتا دکھا کر اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بعض اوقات افعال معاون بھی اردو فعل کی تشکیل

میں مدد کرتے ہیں۔

(۲) حالیہ تمام کو فعل ماضی مطلق سے مشروط نہ کر کے زمانے کے اعتبار سے نئی درجہ بندی کا جواز پیدا کیا ہے۔اسی بنیاد پر فعل ماضی قریب کی قسم ختم کر کے فعل حال تمام کا درجہ قائم کیا گیا ہے اور اس فعل کو اردو کے مزاج کے مطابق حال کے درجے میں رکھا گیا ہے۔

(۳) مضارع اور امر کو زمانے کے قرینے سے فعل حال میں شامل کیا گیا ہے۔

(۴) ایک ہی قسم کے فعل کو بنیادی ساخت کے علاوہ دیگر طریقوں سے بنتا بھی دکھایا گیا ہے۔

افعال کی ان اقسام کی گردانیں بھی درج کی گئی ہیں۔فعل کی بحث میں طور فعل (معروف و مجہول)،نفیء فعل اور تعدیہ فعل کی بحث بھی موجود ہے۔کتاب میں ایک اہم بحث فعل مرکب کی ہے۔اس میں فعل مرکب کی تشکیل کے دو طریقے بتائے ہیں۔ایک طریقہ فعل کا دوسرے افعال سے ملنے کا ہے جب کہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسما اور صفات کے ساتھ افعال مل کر آئیں،جنھیں امدادی افعال کہا گیا ہے۔اس میں سب سے کار آمد امدادی فعل 'ہونا' کو قرار دیا گیا جو فعل کے ماضی ناتمام، تمام،احتمال اور فعل حال کے معنی میں کام آتا ہے۔دوسرا درجہ ایسے امدادی افعال کا بنایا جو فعل کی قید میں کام آتے ہیں جیسے دینا، لینا، جانا، ڈالنا، پڑنا اور رہنا۔امکان فعل کے لیے 'سکنا' اور فعل کے جاری ہونے کے لیے 'کرنا'،فعل کے دفعۃً ظہور پذیر ہونے کے لیے بیٹھنا، اٹھنا، نکلنا، لگنا، پڑنا؛قربت وقوع یا خواہش کے لیے 'چاہنا'؛ تکمیل کے لیے 'چکنا' اور 'چھوڑا' امدادی افعال کے واقع ہونے کا ذکر کیا۔اس میں تکرار افعال اور 'کے' کے تعلق کے ساتھ دو فعلوں کے ملنے کا ذکر بھی ہے۔اسما اور صفات سے فعل مرکب بننے کے لیے ہندی ، فارسی یا عربی اسم یا صفت کے ساتھ ہندی مصدر ملنے سے جیسے پوجا کرنا، دم توڑنا، پیش آنا، بر آنا، یقین کرنا، علاج کرنا، قوی کرنا، روشن کرنا وغیرہ۔اسی بحث میں یہ طریقہ بھی بتایا گیا۔اس بحث میں ہندی یا فارسی الفاظ میں کچھ تصرف کر کے علامت مصدر 'نا' کے اضافے کا طریقہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

تمیز فعل کی بحث ان افعال سے شروع ہوتی ہے:

> تمیز فعل یا متعلق فعل،فعل کی کیفیت بیان کرتا ہے اور اس کے آنے سے فعل کے معنوں میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہو جاتی ہے۔بعض اوقات یہ صفت کے ساتھ آ کر بھی یہی کام دیتا ہے۔[۹]

متعلقات فعل میں زمانی، مکانی، سمتی، طوری، تعدادی، ایجابی و انکاری اور سببی تمیز فعل کے علاوہ مرکب تمیز فعل پر بھی بات کی گئی ہے۔اجزائے کلام کی بحث میں آخری بحث حروف کی ہے جیسا کہ ابتدا میں ذکر ہوا،حروف کو چار اقسام، ربط، عطف، تخصیص اور فجائیہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ربط ایک لفظ کا علاقہ دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ان میں کا، کے، کی، نے، کو، تئیں، سے، میں، تک، پر وغیرہ کو شامل کیا ہے اور ان الفاظ کے استعمال کے قرینے تفصیل سے بتائے ہیں۔حروف عطف دو لفظوں یا جملوں کو ایک حالت میں لے کر آتے ہیں۔ان کی ذیلی اقسام میں وصل جیسے: اور، و، کیا، کہ، یا؛ حروف تردید جیسے: نہ نہ، خواہ، چاہے، یا، وغیرہ۔حروف استدراک جیسے: پر، لیکن، بل کہ وغیرہ ؛حروف استثنا جیسے: مگر، الاّ ؛ حروف شرط جیسے: جو، اگر اور حروف علت جیسے سو، پس، اس لیے، لہٰذا، بنابریں، کیوں کہ، اس لیے کہ وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔حروف تخصیص کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں تو ایک خصوصیت یا حصر پیدا کر دیتے ہیں جیسے ہی، تو، بھی، ہر وغیرہ۔حروف فجایہ؛ جو جوش یا جذبے

میں بے ساختہ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ان میں حرف ندا جیسے اے، یا، ہوت، ارے، ابے، اجی، ارے او، بے او وغیرہ۔خوشی ومسرت کے حرف جیسے اہاہا، اہوہو، واہ واہ، سبحان اللہ، ماشاء اللہ۔رنج وتأسف کے حرف جیسے ہائے، وائے، آہ، اف، اے وائے، ہائے رے، افسوس، حیف، ہیہات وغیرہ۔تعجب کے حرف جیسے سبحان اللہ، اللہ اللہ، افو، اہا وغیرہ۔نفرت کے حرف جیسے در، دردر، تف ،تھو وغیرہ۔تحسین وآفرین کے حرف جیسے سبحان اللہ، خوب، واہ وا وغیرہ۔پناہ مانگنے کے لیے جیسے الامان، الحفیظ، توبہ، وغیرہ۔تنبیہ کے حروف جیسے ہیں ہیں، ہوں، خبردار، دیکھو وغیرہ۔

کتاب کی دوسری فصل یعنی اجزائے کلام کے تعارف کے مباحث یہاں پر ختم ہوتے ہیں اور صرف کی اہم ترین بحث یعنی اشتقاق وترکیب الفاظ کی بحث شروع ہوتی ہے۔اس بحث کے دو حصے ہیں۔پہلا حصہ مشتق الفاظ کا ہے اور دوسرا حصہ مرکب الفاظ کا ہے۔اس کے شروع میں یہ توضیح موجود ہے کہ زیادہ تر بحث ہندی الفاظ سے کی جائے گی اور فارسی اشتقاق اکثر ہندی سے ملتا جلتا ہے۔عربی فی الحال بحث سے خارج ہے۔اشتقاق کی بحث میں اسم کیفیت، اسم فاعل، اسم آلہ، اسمائے ظرف، تصغیر اسما اور صفات مشتقہ کو شامل کیا ہے۔مشتق الفاظ کی بحث میں تین امور پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ایک یہ کہ مشتق لفظ کس مستقل لفظ پر بنیاد رکھتا ہے۔دوسرا یہ کہ مستقل لفظ میں تغیر وتبدل کی صورت کیا ہے یعنی محض لفظ میں کچھ کمی کر دی جاتی ہے یا اس کی ابتدا، آخر یا لفظ کے اندر کوئی حرف یا ٹکڑا اضافہ کرتے ہیں۔تیسرا یہ کہ ان تشکیلات سے معنی میں کس قسم کی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔دوسری بحث مرکب الفاظ کی ہے۔مرکب الفاظ کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ایک وہ کہ جہاں ایک خاص حرف یا علامت یا لفظ دوسرے مختلف الفاظ کے ساتھ مل کر معنی پیدا کرتا ہے۔دوسرے وہ کہ دو مختلف اسم یا ایک اسم اور صفت یا اسم وفعل یا صفت وفعل مل کر ایک لفظ بن جاتے ہیں۔جب لفظ مل کر ایک ہوتے ہیں تو اس صورت کو دو حوالوں سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ایک یہ کہ نئے لفظ کی صورت کیا ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ معنوی سطح پر ان الفاظ کی کیا صورت ہوتی ہے۔معنی کے لحاظ سے ہندی ترکیبوں کی مندرجہ ذیل قسمیں کی ہیں :مرکب تابع ،مرکب ربطی ،مرکب توصیفی ، مرکب اعدادی ،مرکب تمیزی۔ان اقسام کو معنی یا لفظی مناسبت سے ذیلی قسموں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔

کتاب کی چوتھی فصل نحو کے مباحث کو محیط ہے۔نحو کی بحث دو سطحوں پر ہے۔پہلی سطح وہ ہے جہاں تعداد، حالت اور زمانہ کے اعتبار سے اجزائے کلام میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔اس کے مطالعے کو نحو تفصیلی کا نام دیا گیا۔دوسری سطح جملوں کی ساخت کے مطالعے سے تعلق رکھتی ہے۔اس کو نحو ترکیبی کہا گیا۔نحو تفصیلی کی بحث میں پہلی بحث عدد (تعداد) کی ہے۔اس میں یہ طے کیا گیا کہ اردو میں عدد کی صرف دو صورتیں واحد اور جمع ہیں۔اس میں اعداد کے استعمال کے طریقے ،جمع کے معنی میں استعمال ہونے والے الفاظ اور واحد مذکور ہو کر جمع کے معنی والے الفاظ کا بیان ہے۔حالت کے بیان میں اردو کی چھ حالتیں ؛ فاعلی، مفعولی، اضافی، انتقالی، ظرفی اور ندائیہ بیان ہوئیں۔ان حالتوں میں ہونے کے سبب سے مختلف اجزائے کلام میں تبدیلیوں کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا۔اسی فصل میں صفت ،ضمائر، فعل ،حالیہ، حالیہ معطوفہ، اسم فاعل، زمانہ، مضارع، امر، مستقبل، فعل حال، ماضی، افعال احتمالی وشرطی، افعال مجہول، تعدیہ افعال اور افعال مرکب، تمیز فعل، حروف، تکرار الفاظ کے کچھ اور نکات بیان کیے گئے ہیں۔

اس فصل کا دوسرا حصہ نحو ترکیبی یا جملوں کی ساخت پر ہے۔جملے کے دو بنیادی عنصر مبتدا اور خبر بیان کیے ہیں۔مبتدا

وہ شخص یا شئے ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے اور خبر جو کچھ اس شخص یا شئے کے بارے میں کہا جاتا ہے۔مبتدا میں ایک اسم یا ضمیر، یا دو اسم یا ضمیر، یا مصدر، یا کوئی فقرہ یا جملہ ہوسکتا ہے۔خبر میں فعل یا اسم یا ضمیر حالت فاعلی میں یا اضافی میں، یا صفت یا عدد یا کوئی لفظ یا فقرہ ہوسکتا ہے۔مبتدا کی توسیع بدل،صفت،ضمیر بطور صفت،اعداد،اضافی حالت وغیرہ سے خبر کی توسیع صفت، اعداد، حالیہ معطوفہ،حالیہ،حرف ربط مع اسم اور تمیز فعل سے ہوسکتی ہے۔مبتدا اور خبر کی بحث کے بعد مطابقت کی بحث ہے۔مطابقت ،صفت (جو توصیفی ہو) کی اسم سے،صفت کی (جو جزو خبر ہو) اسم سے اور جملے کی خبر کی (جو خواہ فعل ہو یا صفت) مبتدا سے۔

کتاب کی آخری بحث مرکب جملوں کی ہے۔ جملے کو دو یا دو سے زیادہ جملے ایسے ملیں کہ دونوں جداگانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں اور تابع نہ ہوں تو مطلق (ہم رتبہ) ورنہ تابع جملے ہوں گے۔مطلق جملوں میں جملہء جمع ،جملہء تردیدیہ، جملہء استدراکیہ اور جملہء معللہ کو شامل کیا ہے۔تابع جملوں میں اسمیہ،وصفیہ اور تمیزی جملوں کو شامل کیا ہے۔جملے میں اجزائے جملہ کی ترتیب کی بحث کے ساتھ نحو ترکیبی کا بیان ختم ہوتا ہے۔

سطور بالا میں ''قواعد اردو'' طبع اول (۱۹۱۴ء) کا موضوعاتی خاکہ پیش کیا گیا۔جب ہم ''قواعد اردو'' کی مختلف طباعتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی مختلف طباعتوں میں کئی بار ترمیم واصلاح کا عمل دیکھتے ہیں۔یہ ترامیم ۱۹۳۶ء میں شائع ہونے والے اورنگ آباد ایڈیشن ،۱۹۴۰ء میں شائع ہونے والے دہلی ایڈیشن اور طبع جدید (۱۹۵۸ء) میں بہت نمایاں ہیں۔ ان ترامیم اور اصلاحات کا وضاحتی مطالعہ ذرا آگے آئے گا۔فی الحال صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ''قواعد اردو'' کی جو شکل آج دستیاب ہے، یہ ترمیم واصلاح شدہ ہے۔اس میں موجود رموز اوقاف اور عروض کے مباحث کتاب کی پہلی اشاعت میں شامل نہیں تھے،البتہ یہ ۱۹۳۶ء میں چھپنے والے تیسرے ایڈیشن میں موجود ہیں۔

کتاب میں شامل مباحث،ان کی درجہ بندی اور ترتیب مباحث دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب میں اجزائے کلام اور ان کی ترتیب،اقسام حالیہ اور افعال مرکب کا بیان اپنی اساس میں ''قواعد اردو'' مؤلف مولوی محمد اسماعیل میرٹھی سے مماثل ہے۔ہم اسی باب میں ''قواعد اردو'' مؤلفہ محمد اسماعیل میرٹھی کی بحث دیکھ چکے ہیں۔فرق یہ ہے کہ ''قواعد اردو'' (میرٹھی) مختصر اور بنیادی مباحث کو تعارفی سطح پر پیش کرتی ہے جب کہ ''قواعد اردو'' (عبدالحق) میں یہ مباحث بہت تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی عبدالحق نے اجزائے کلام اور افعال مرکبہ میں مولوی اسماعیل میرٹھی کی فراہم کردہ بنیاد کو قبول کرلیا ہے اور اس تقسیم کو قبول کرتے ہوئے خوب دادِ تحقیق دی ہے اور اسے اردو قواعد نویسی کے لیے موزوں تر منہاج بنادیا ہے۔ جہاں تک مشتق اور مرکب الفاظ اور نحو تفصیلی اور نحو ترکیبی کی بحث ہے تو اس میں کسی کا تتبع نہیں کیا گیا۔صرف کا موضوع کلمات یا بامعنی الفاظ ہیں اور اردو الفاظ کی ساخت کا مطالعہ اشتقاق وترکیب کی صورت دیکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔نحو کے مباحث میں سے مرکبات ناقص کی بحث بھی اسی بنا پر ختم کی گئی ہے کہ جملے میں مرکبات ناقص ایک جزو جملہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔

''قواعد اردو'' پر تنقید:

''قواعد اردو'' قواعد نویسی کے ماڈل کے طور پر اردو میں ایک نئی چیز تھی۔ یہ جدید ذہن کے لیے قابل قبول لیکن عربی اور فارسی تربیت کے حامل لوگوں اور روایتی قواعد کے حامیوں کے لیے یہ ماڈل نیا اور خلافِ مزاج تھا۔اس لیے اس

کتاب پر توصیفی یا ورتنقیصی دونوں طرح کی تحریریں ملتی ہیں۔مولوی عبدالحق نے اگرچہ کتاب میں کہیں ذکر نہیں کیا لیکن ان کی زندگی میں ہونے والی تنقید کا مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کتاب پر نظر ثانی کرتے رہے ۔یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پہلی اشاعت اور طبعِ جدید کا تقابل مطالعہ کیا جائے تو سیکڑوں مقامات ایسے ہیں جہاں ترمیم یا اصلاح سے کام لیا گیا ہے۔ سطور ذیل میں مختصراً ''قواعد اردو' پر ہونے والی والی تنقید کا جائزہ لیا جائے گا۔

''قواعد اردو' کے ابتدائی ناقدین میں مولوی عبدالغنی، فیلو ایم ۔اے۔او۔کالج علی گڑھ، خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی، قمر احمد بی۔اے۔، قاضی محمد عارف بی۔اے۔ ظفر الملک۔ایڈیٹر الناظر پریس اور زین العابدین فرجاد کے نام نمایاں ہیں۔

سب سے زیادہ جارحانہ انداز مولوی عبدالغنی کا ہے۔''قواعد اردو' پر مولوی عبدالغنی کا تبصرہ علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی ۷، ۱۴، ۲۱ اور ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء کی اشاعتوں میں چھپا۔ یہی مضمون بعد میں ''تنقید بر قواعد اردو' میں شامل کر لیا گیا۔وہ لکھتے ہیں:

> حال ہی میں ایک قواعد اردو جو مولوی عبدالحق صاحب کی تالیف ہے، میری نظر سے گزری۔صاحب موصوف نے اس کی ترتیب میں بلاشبہ محنت و جاں فشانی کی ہے لیکن پھر بھی محاورات رائجہ، تذکیر و تانیث و متعدد دیگر قواعدِ صرفی و نحوی میں کسی خاص اصول کی پابندی نہیں کی۔اکثر حصص بعینہ انگریزی قواعد کی کتب سے نقل کر لیے ہیں اور بیشتر تقلید عربی و فارسی صرف و نحو کی ہے۔اردو چوں کہ قدیم ہندی یعنی پراکرت کی بگڑی ہوئی شکل ہے، اس لیے اس کی صرف و نحو میں بھی اسی کا تتبع قدرتی اصول کے مطابق ہوگا۔۔۔غلط قواعد کا باقی رہ جانا اردو کے حق میں سم قاتل ہے۔اس کتاب سے جتنا فائدہ پہنچنے کی امید ہے، اس سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔بنابریں ضرورت ہے کہ اہل سخن یعنی اہل دہلی و لکھنؤ کے سامنے یہ مسائل متنازعہ فیہ بطلب رائے پیش کیے جائیں تا کہ صاحب موصوف دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دیں اور اس طرح یہ کتاب بجائے غلط راہ دکھانے کے صحیح معنوں میں مفید اور کار آمد ہو سکے۔[۱۰]

اس بیان سے یہ توقع قائم ہوتی ہے کہ صاحب مضمون اصولی سطح پر کچھ ایسی اغلاط کی نشان دہی کریں گے کہ طبع دوم میں مولوی عبدالحق کی راہ نمائی کے علاوہ قواعد نویسی کے کچھ اصول بھی سامنے آئیں گے۔جب ہم مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں تو زیادہ تر اعتراضات قواعد نویسی پر نہیں بل کہ روزمرہ و محاورہ اور صحت زبان پر ہیں۔ پہلا اعتراض مولوی عبدالحق کے مقدمے سے ایک جملہ لے کر کیا ہے۔کیفیت ملاحظہ ہو:

> مقدمہ میں صفحہ نمبر ۱۰ پر تحریر ہے: ''اس نے (یعنی جان جوشوا کیٹلر نے) ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت لکھا جسے ڈیوڈمل نے شائع کیا۔'' یہ عبارت از روئے قواعد اردو کبھی صحیح نہیں ہو سکتی۔[۱۱]

اسی طرح:

> ''گل کرسٹ کے بعد دوسرا یورپین محسن اردو گارسان دتاسی تھے۔''
>
> ''صرف اردو قواعد پر ایک بڑا مضمون ایشیاٹک سوسائٹی بابت ۱۸۳۰ء میں لکھا''
>
> یہ عبارتیں کس قدر غیر فصیح اور خلاف محاورہ ہیں۔[۱۲]

ان اعتراضات کے علاوہ '۔۔۔نے جھوٹ بولا'، 'ہنس دیا'، 'جگتے' 'اس کو بیٹا ہوا' وغیرہ کی صحت اور فصاحت پر

اعتراض کیا ہے۔ کچھ اعتراضات تذکیروتانیث پر ہیں۔

جہاں تک صحت زبان اور محاورے کا تعلق ہے یا جملے کے الفاظ میں ایک آدھ حرف کی تبدیلی کا تعلق ہے تو یہ فروعات کی بحث ہے۔ اصول کی نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی عبدالحق کو یہ معلوم نہیں تھا کہ واحد اسم کے ساتھ 'تھا' نہیں آتا تو اس سے بڑھ کر لطیفے کی بات کوئی نہیں ہوگی۔ خود صاحب مضمون کے محولہ بالا اقتباس میں محاورہ اور صحت زبان کے حوالے سے متعدد اغلاط ہیں مثلاً: 'لیکن پھر بھی' اکٹھا لکھنا کبھی فصیح تھا نہ ہوگا۔ 'قواعد صرفی ونحوی' سے بھونڈی اضافی ترکیب ممکن نہیں۔ اس لیے اس قسم کی غلطیوں کا امکان ہر شخص کی تحریر میں رہتا ہے۔

مولوی عبدالغنی نے قواعد پر کچھ اصولی سطح کے اعتراضات کرنے کی کوشش بھی کی ہے مثلاً اس اصول پر انھیں تعجب نہیں بل کہ افسوس کہ کہ مولوی عبدالحق نے لکھا کہ 'اردو ضمائر میں تذکیروتانیث کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔'' اور استدلال ملاحظہ کیجیے:

ضمائر کی حسب ذیل جو تین حالتیں ہیں:

۱۔ حالت فاعلی

۲۔ حالت مفعولی

۳۔ حالت اضافی

ان میں سے حالت اضافی کی تذکیروتانیث الگ ہے جیسے اس کا گھر، اس کی کوٹھی وغیرہ وغیرہ۔[۱۳]

صاحب مضمون کو یہ نہیں سوجھی کہ وہ 'میرا گھر' اور 'میری کوٹھی' کی مثال دیں۔ بہر حال قواعد کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ 'کا'، 'کے'، 'کی'، 'را'، 'رے'، 'ری' وغیرہ اضافت کی علامتیں ہیں۔ اضافی ضمیروں میں ضمیر مضاف الیہ ہوتی ہے جب کہ علامت اضافت کی مطابقت مضاف کے ساتھ ہے۔ مضاف کی حالت میں ضمیر فاعلی حالت میں آتی ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ ''قواعد اردو'' میں تنکیری ضمیروں میں 'کوئی' کو اشخاص کے ساتھ محدود کیا گیا ہے جب کہ 'کوئی' اشیا کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے کوئی نتیجہ، کوئی اچکن وغیرہ۔ مضمون نگار یہ بھول گئے ہیں کہ اپنی مثالوں میں وہ 'کوئی' کے لفظ کو ضمیر کے زمرے سے نکال کر صفت کے زمرے میں لے گئے ہیں۔ ایک اعتراض اصولی طور پر حروف کی بحث پر ہے:

''کا، کی، کے، کو، تئیں، نے، سے، میں، تک، پر حروف ربط ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ اول کے چار حرف، حرف اضافت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو حرف اضافت اور حرف ربط میں کوئی فرق ہے۔ وہ کیا ہے؟[۱۴]

سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ 'نہیں ہیں' کیوں کہ 'کو' حرفِ اضافت نہیں ہے لیکن اس اعتراض کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ''قواعد اردو'' کی عبارت کو بغیر سیاق وسباق کے پیش کر کے علمی بددیانتی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ ''قواعد اردو'' میں ''ربط'' کی بحث اس طرح شروع ہوتی ہے:

حروف ربط وہ ہے جو ایک لفظ کا علاقہ دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں:

(۱) کا، کے، کی

(۲) نے

(۳) کو،تئیں، سے، میں، تک، پر

یہ مذکورہ بالاحروف سادہ قسم کے ہیں جوعموماً اسما کے ساتھ آتے ہیں اوران کی حالت کا پتا دیتے ہیں، مثلاً (نمبرا) اضافی حالت کے لیے(نمبر۲) حالت فاعلی کے لیے(نمبر۳) حالت مفعولی،انتقالی یا ظرفی کے لیے آتے ہیں۔[۱۵]

''قواعداردو'' کا اقتباس ہمارے سامنے ہے۔آخر مضمون نگار کس قسم کا فرق کرنا چاہتے ہیں، جواس عبارت میں واضح نہیں ہے۔اگران پر حالتوں کا مفہوم واضح نہیں تو قواعد کی تنقید کا سوچنا بھی نہیں چاہیے یا کم ازکم اجزائے کلام میں لوازم اسم کی بحث اسی کتاب سے پڑھ لیتے۔مضمون نگار کے زیادہ تر اعتراضات اسی قسم کے ہیں۔ایک اعتراض جس میں مضمون نگار نے واقعی غلطی کی نشان دہی کی ہے۔ان کے خیال میں مولوی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ ''محمود کا گھوڑا'' میں محمود 'مضاف' ہے۔اس ترکیب میں 'محمود' مضاف الیہ ہےاورطبع سوم میں 'مضاف الیہ' لکھ کر تصحیح کر دی گئی۔

''قواعداردو'' کے ناقدین میں عبدالرؤف عشرت لکھنوی بھی شامل ہیں۔ان کی ایک تحریر بعنوان ''قواعداردو'' بھی شاملِ کتاب ہے۔ان کے اعتراضات دوطرح کے ہیں۔ایک تو مقدمے میں روایتی کتب کی تنقیص پر اعتراض ہے۔لکھتے ہیں:

اس کے بعد مرتب صاحب نے ان کتابوں کی توہین کی ہے، جواردو کے مصنفین نے تصنیف کی ہیں اور جن میں عربی قواعد کا حد سے زیادہ تتبع کیا گیا ہے۔میں اس کو مانتا ہوں کہ بعض مصنفین جواردو زبان کی حقیقت کے ماہر نہ تھے،عربی کی بے جا پیروی کی ۔۔۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کتابیں انگریزوں کی گرائمروں سے بھی خراب ہیں۔۔۔[۱۶]

اس بیان کے پیچھے عبدالرؤف عشرت کی مشرقی تربیت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔انھوں نے خود 'اصول اردو' اور ''قواعدمیر'' میں روایتی قواعدی اصولوں کی پیروی کی۔

دوسری قسم کےاعتراضات کا تعلق کتاب کے مندرجات کی اغلاط سے ہے۔چندایک اعتراضات دیکھیے:

صفحہ نمبر۱۰۶،مصدر مرکب کا نام امدادی افعال رکھا ہے۔یہ بھی انگریزی زبانوں کا ترجمہ ہے۔اردو میں اہل صرف،مصدر مرکب کہتے ہیں اور یہ اصطلاح اس کے لیے موزوں ہے۔[۱۷]

مرکب امتزاجی اور غیرامتزاجی کا نام محض مرکب رکھ لیا۔یہ اصولاً غلط ہے۔[۱۸]

حالت انتقالی کی سرخی قائم کی۔خدا جانے یہ سنسکرت کی کس اصطلاح کا نام ہے۔[۱۹]

نحو کے حصے میں نحوی باتوں کا کہیں ذکر تک نہیں۔کلام تام،کلام ناقص،مرکب اضافی اور توصیفی،اضافت مجاز،اضافت استعارہ،اضافت ادنیٰ کا کہیں بیان نہیں۔کسی جگہ ایک جملے کی کہیں ترکیب نہیں لکھی کہ مبتدیوں کو کم سے کم ترکیب کرنا تو آجاتی۔[۲۰]

مضمون کے آخر میں عشرت لکھنوی یہ رائے دیتے ہیں:

اس تحریر سے میری غرض نکتہ چینی نہیں بل کہ اردو کی ہمدردی مقصود ہے۔چوں کہ یہ کتاب ازسرتاپا اردو سیکھنے والوں کے لیے مضر ہے،اس سبب سے اتنا کلمۂ حق کہنے پر مجبور ہوا ہوں۔مرتب صاحب کی غرض اگر ملک

> کو فائدہ پہنچانا ہے تو وہ کتاب کو فصحائے لکھنؤ اور دہلی والوں کے حوالے کر دیں تا کہ اس کی باقاعدہ نظر ثانی ہو کر صحیح اصول اور محاورات پر اس کی بنیاد رکھی جائے۔[۲۱]

ان تنقیدی تحریروں میں عمل اور ردعمل کی کیفیت نظر آتی ہے، مثلاً خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی لکھتے ہیں:

> تھوڑا زمانہ ہوا کہ ایک کتاب مسمی بہ قواعد اردو، مرتبہ مولوی عبدالحق بی۔اے۔علیگ ہاپوڑی، میرے دیکھنے میں آئی۔ دیکھنے کا سبب یہ ہوا کہ 'دلگداز' میں ریویو شائع ہوا تھا اور مولانا شرر نے انتہا سے زیادہ اس کی تعریف میں خامہ فرسائی کی تھی۔[۲۲]

'دلگداز' کا مذکورہ شمارہ فراہم نہ ہو سکا لیکن اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحلیم شرر جیسے ادیب اس کتاب کی خوبیوں کے معترف تھے۔ایک مضمون ظفر الملک، ایڈیٹر 'الناظر' لکھنؤ کا بھی ملتا ہے جس میں مولوی عبدالغنی کے مضمون کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اسے مضمون نگار کی انجمن ترقی ءاردو سے بیزاری کا نتیجہ بتایا گیا۔ لکھتے ہیں:

> جہاں تک مضمون زیر بحث دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، صاحب تنقید کو انجمن ترقی ءاردو سے بدو وجہ بیزاری ہے۔ پہلی وجہ تو یہ مفروضہ ہے کہ ''قواعد اردو'' مطبوعات انجمن میں داخل ہے۔ حالاں کہ دراصل اس کتاب کے طبع اور شائع کرنے کی تمام ذمہ داری راقم الحروف کے سر ہے۔ دوسری وجہ جو فی الاصل راقمِ تنقید کے دلی خیالات کا آئینہ ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب کو انجمن ترقی ءاردو کا سیکریٹری بنایا جاتا ہے جو کسی نہ کسی سبب سے عبدالغنی صاحب کو بہت ناگوار ہوتا ہے۔[۲۳]

اس مضمون میں مولوی عبدالغنی کی تنقید کی علمی بنیادوں کی بجائے ذاتی وجوہ کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلے کے اور مضامین بھی ملتے ہیں مثلاً قمر احمد بی۔اے۔ نامی ایک شخص نے ایک مضمون بعنوان ''قواعد اردو'' لکھا۔ اس میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ ظفر الملک کا مضمون جذباتی اور غیر علمی ہے۔ مولوی عبدالحق سے پہلے عبدالاحد، شمشاد لکھنوی کے شاگرد بھی قواعد کی کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ مزید:

> مولوی عبدالحق صاحب کی خدمات کا قوم اعتراف کر چکی ہے، اس لیے ''قواعد اردو'' پر تنقید کا یہ منشا نہیں ہے کہ ان کی ذات پر حملہ ہو یا ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ مولوی عبدالغنی صاحب ایم۔اے اس وقت کالج میں فارسی کے فیلو ہیں اور علمی تحقیقات کر رہے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا محض نیک نیتی اور اصلاح و درستی کی غرض سے لکھا۔[۲۴]

یہ رویہ بے شک معتدل اور متوازن ہے لیکن ''قواعد اردو'' سے نامکمل اور سیاق و سباق کے بغیر مثالیں درج کر کے غلط نتائج کی تصدیق کے لیے پیش کرنا، مولوی عبدالغنی کی نیک نیتی کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون قاضی محمد عارف بی۔اے۔، ایل۔ایل۔بی۔ کا بھی ہے جس میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ ظفر الملک کے مضمون سے بدگمانیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور مولوی عبدالغنی کی تنقید علمی ہے۔

''قواعد اردو'' پر اعتراضات کی ایک اور فہرست اس وقت سامنے آئی جب ۱۹۲۶ء میں زین العابدین، فرجاد کی کتاب ''آئین اردو'' سامنے آئی۔ اس کتاب کے شروع میں ''مصباح القواعد'' مؤلفہ فتح محمد جالندھری اور ''قواعد اردو'' مؤلفہ

مولوی عبدالحق کے تسامحات کی فہرست ہے۔[۲۵] ''مصباح القواعد'' کے تسامحات پر پچھلے باب میں بات ہو چکی ہے۔ یہاں ''قواعدِ اردو'' پر ہونے والے اہم اعتراضات اور ان کی کیفیت درج کی جاتی ہے۔ مذکور تسامح کے لیے ''ت'' اور ''کیفیت کے لیے ''ک'' درج کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو:

ت: پ، چ، ژ، گ، میں سے ژ، ہندی میں نہیں پایا جاتا۔

ک: اصلاح کر لی گئی۔

ت: حرفوں کی شکلیں کیوں کر پیدا ہوئیں۔ یہ بحث تاریخ املا کی ہے۔

ک: درست ہے۔

ت: حرکات و اعراب کو حروف کیوں کہا گیا؟

ک: اعتراض عربی قواعد کے مطابق ہے۔ یہاں مختلف حروف کو ملانے والی آوازوں کو حروفِ علت کہا گیا ہے۔

ت: ۔۔۔نیّر کو زبر سے غلط لکھا ہے۔

ک: اصلاح کر لی گئی۔

ت: حروف قمری میں 'ل' کو شامل کر دیا ہے۔

ک: اعتراض درست ہے اور مؤلف نے تصحیح بھی نہیں کی۔

ت: فارسی میں واوِ معدولہ کو شامل کر دیا ہے اور انگریزی سے مثالیں غلط دی ہیں۔

ک: تصحیح کر کے فارسی حرف کو درست کر دیا اور انگریزی مثالیں قلم زد کر دیں۔

ت: ''نون غنہ یا حرف ساکن کے بعد آتا ہے'' یہ قید غلط ہے۔

ک: یہ قید نہیں بل کہ ایک صورت ہے۔ مؤلف نے اس کی بھی اصلاح کر لی۔

ت: اسم آلہ میں مشعل کو بروزن مفعل بکسرہ میم لکھا ہے جو غلط ہے۔

ک: یہ بحث ہی طبع جدید میں حذف کر دی گئی۔

ت: بڑی اور بھاری بھر کم چیز کو مذکر کہنا کلیہ نہیں ہے۔

ک: اصلاح کر لی ہے۔

ت: ''جن الفاظ کے آخر میں الف یا 'ہ' ہو گی، وہ مذکر ہوں گے۔'' اکثر عربی و فارسی الفاظ پر بھی یہی خیال کر لیا ہے۔

ک: عربی و فارسی اسما کی وحدت و جمع کی بحث الگ ہے۔

ت: سقہ 'لفظ بھی درست نہیں۔ اصل لفظ 'سقاء' ہے۔

ک: 'سقہ' عام طور پر مستعمل ہے اور اسی طرح برقرار رکھا۔

ت: ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر میں 'اؤ' یا 'وں' ہو اکثر مؤنث ہیں''۔ یہ قاعدہ نہیں جیسے، دباؤ، پھیلاؤ

ک: مؤلف نے بھی قاعدہ نہیں کہا بل کہ ''اکثر'' کہا ہے اور تسامح کے ثبوت میں مثالیں درج ہیں وہ مؤلف نے پہلے ہی مذکر کی بحث میں شامل کر رکھی ہیں۔

ت: 'کیا چیز گر پڑی' میں کیا استفہامیہ ہے۔ ضمیر نہیں ہے۔

ک: اعتراض درست ہے اور غلطی قائم ہے۔

ت: 'کوئی' اشخاص کے لیے اور 'کچھ' اشیا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ کلیہ نہیں ہے جیسے، کوئی ٹوٹا پھوٹا نہیں۔ کچھ لوگ آ رہے ہیں۔

ک: بحث ضمیر کی ہے۔ تنقیص میں مثالیں صفت سے دی ہیں۔

ت: 'مجھے اور دو' میں 'اور' ضمیر نہیں ہے بل کہ اضافہ عطیہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ک: مثال بدل کر ''مجھے اور سے کیا مطلب'' کر دی ہے۔

ت: 'وہ امیر بن گیا' اور 'مکان بن گیا' میں 'بن گیا' فعل مجہول ہے۔ مجہول فعل لازم سے نہیں آتا اس لیے فعل ناقص کی غلط مثالیں ہیں۔

ک: مؤلف نے اصلاح کر لی اور 'مکان بن گیا' کی مثال ختم کر دی لیکن 'وہ امیر بن گیا' کی مثال برقرار ہے۔ مؤلف کے خیال میں 'بن جانا' فعل لازم مرکب بھی ہے۔

ت: فعل معدولہ کی الگ قسم بنانا اور یہ کہنا کہ کسی قواعد نویس نے ایسے فعلوں پر غور نہیں کیا؛ درست نہیں۔

ک: فعل معدولہ کی قسم ختم کر دی گئی۔

ت: 'روتا ہوا' مفعول نہیں ہو سکتا۔

ک: اصلاح کر کے اسے صفت قرار دیا۔

ت: فعل حال کی بحث انوکھی ہے اور مضارع کو صرف حال لکھا ہے جب کہ اس میں مستقبل کا زمانہ بھی پایا جاتا ہے۔

ک: ''سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے، جس کی صورت سے اب تک اس کی اصل ظاہر ہے مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف زمانۂ حال کو ظاہر نہیں کرتا بل کہ زمانۂ حال کے ساتھ اس میں کئی قسم کے معنی کی جھلک پائی جاتی ہے۔۔۔مضارع کی جو موجودہ صورت ہے وہ یہی قدیم حال مطلق تھا۔'' [۲۶]
اس بیان سے ظاہر ہے کہ حال اور مضارع کے معاملے میں مؤلف کے تصور میں بہت وسعت ہے۔

ت: امر میں حال کا حصر نہیں۔

ک: فعل کے لیے زمانہ لازم ہے تو امر کے لیے حال ہی موزوں ہے۔

ت: حال تمام میں ماضی قریب کو شامل کر لیا ہے۔

ک: اس میں تکمیل فعل کی حال سے نسبت کے علاوہ فعل کی بنیادی ساخت کا تعلق بھی ہے کہ مادۂ فِعل پر الف کے اضافے سے 'حالیہ تمام' بنتا ہے۔

ت: طور مجہول کے افعال متعدی ہونے کے ساتھ عموماً اور اکثر کی قید درست نہیں۔

ک: اس معاملے میں ''قواعد اردو'' میں ابہام ہے۔

ت: فعل لازم سے مجہول بنانا درست نہیں۔

ک: اعتراض درست ہے۔

ت: ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھ 'نہیں' کا عدم استعمال درست نہیں۔

ک: اعتراض درست ہے اور مثال سے ثابت کیا گیا ہے۔

ت: مرکب افعال کے بیان میں اسما اور صفت کی ترکیب سے جو افعال بطور مثال پیش کیے گئے ہیں وہ مرکب افعال کی مثالیں نہیں۔'پوجا کرنا' اور 'دم توڑنا' میں 'پوجا' اور 'دم' مفعول ہے۔

ک: اعتراض درست ہے لیکن جن مثالوں پر گرفت کی گئی وہ درست نہیں۔'پوجا کرنا' اور 'دم توڑنا' میں 'پوجا' اور 'دم' مفعول ہیں تو 'کرنا' اور 'توڑنا' افعال اصلی کے کیا معنی ہیں۔

ت: حرف عطف کی مثال میں 'کیا وہ اور کیا تم' دونوں ایک ہو۔' کی مثال غلط ہے۔

ک: مثال درست ہے۔اعتراض درست نہیں۔

ت: حروف کے استعمال کی کئی مثالوں پر گرفت ہے۔

ک: کچھ درست ہیں۔

ت: مادہء فعل کے آگے، (ئی) یا (آئی) بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں لیکن اس میں اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں دھلائی، سلائی وغیرہ۔اس بحث میں اسم حاصل کی مثالیں بھی آ گئی ہیں۔

ک: مؤلف نے ترمیم کر کے ابہام میں اضافہ کیا ہے۔طبع جدید میں لکھا ہے:

> فعل کے مادے کے آگے، (ئی) یا (آئی) بڑھانے سے: لیکن اس میں ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے ڈھلائی، چرائی، پسوائی، دھلائی، سلائی، رنگوائی۔[۲۷]

'ہمیشہ' کی قید کے بعد ''لکھائی'، 'پڑھائی' وغیرہ کے حاصل مصدر ہونے کی توضیح کیسے کی جائے گی؟ اصلاح کرتے کرتے ابہام میں اضافہ ہوا ہے۔

ت: 'اس کا پیٹ بھرا' (لازم) اور 'میں نے پانی بھرا (متعدی) ۔۔۔ بھرنا متعدی ہے۔لازم نہیں ہوسکتا۔پہلی مثال مرکب ناقص کی ہے۔

ک: اعتراض اور توضیح درست ہے۔

ت: 'جی چاہنا' اور 'دل چاہنا' کے ساتھ لفظ 'نے' آنا کلیہ نہیں۔

ک: استدلال میں 'جی نے چاہا' اور 'دل نے چاہا' کی مثالیں ہیں۔'نے' کی وجہ سے معیت کی بجائے فصل واقع ہوا مزید یہ کہ دل چاہنا اور 'جی چاہنا' فعل مرکب کی شکل میں بھی مستعمل ہیں۔اعتراض میں وزن نہیں۔

ت: مکمل متن درج ہے:

> 'نے' علامت فاعل ہے اور اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں آتی۔مجھ اور اور تجھ کے ساتھ جب کوئی صفت آتی ہے تو 'نے' استعمال ہوتا ہے۔جیسے 'مجھ کم بخت نے یہ کب کہا تھا' 'تجھ کم بخت نے ایسا کیا'۔ان مثالوں میں مجھ اور تجھ فاعل ہیں نہ کہ مفعول۔[۲۸]

ک: ان مثالوں میں 'مجھ' اور 'تجھ' اکیلے میں فاعل ہیں نہ مفعول بل کہ یہاں مجھ اور تجھ، کم بخت کی صفت ہے اور یہ مرکب توصیفی پوری شکل میں فاعل ہے۔صفت ہٹا دی جائے تو 'کم بخت' اکیلا فاعل ہے۔علامت فاعل یہاں 'کم بخت' کے سبب سے ہے، نہ کہ 'مجھ' کے سبب سے۔

ت: حالت اضافی میں 'اس کا کیا بگڑتا ہے۔' میں 'کیا' اضافت کے لیے نہیں بل کہ 'کچھ نہیں' کے معنوں میں۔'کیا' کبھی اضافت کے لیے نہیں آتا۔

ک: اس میں آپ کا کیا ہے؟ اس جملے میں اضافت نہیں تو کیا علاقہ تلاش کریں گے۔اعتراض مبہم ہے۔

ت: کل کے اظہار کے لیے مضاف اور مضاف الیہ دونوں ایک ہی ہوتے ہیں جیسے ڈھیر کا ڈھیر، جاہل کا جاہل وغیرہ؛ یہ تصور درست نہیں کیوں کہ اضافت مساوات میں نہیں ہوتی۔

ک: مساوات میں اضافت کی ممانعت کو اصول مان لیا جائے تو اعتراض درست ہے۔

ت: 'بعض اوقات حرف اضافت کے بعد کا اسم یعنی مضاف الیہ محذوف بھی ہوتا ہے جیسے ایمان کی تو یہ ہے۔' اس میں مضاف محذوف ہے، نہ کہ مضاف الیہ۔۔

ک: اعتراض درست تھا اس لیے مؤلف نے طبع جدید میں مضاف الیہ کی جگہ مضاف کر دیا:

بعض اوقات حرف اضافت کے بعد کا اسم یعنی مضاف الیہ محذوف بھی ہوتا ہے جیسے ایمان کی تو یہ ہے۔[۲۹]

ان اعتراضات کے علاوہ چند متفرق اعتراضات اور بھی ہیں۔اسی طرح بحیثیت مجموعی کتاب کی مندرجہ ذیل کمزوریوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔جو یہ ہیں:

۱۔اکثر ان مسائل کا بیان جو صرف میں آ چکے ہیں، مکرر ''نحو تفصیلی'' کے عنوان سے بھی کیا گیا۔

۲۔نحو میں جن جملوں کا ذکر ہے، ان کی ترکیب نہیں بتائی گئی۔

۳۔بیان میں ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا۔جو الفاظ متعدد معنی میں استعمال ہوتے ہیں، ان کا ذکر ایک جگہ کر دیا گیا۔ہر ایک معنی میں موقع بموقع وہ لفظ نہیں لکھا گیا۔[۳۰]

سطورِ بالا میں پیش کی گئی تنقیدات کے جائزے سے جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے:

(۱) مولوی عبدالحق کی قواعد نویسی کا ماڈل سابقہ سو سال میں لکھی گئی کتب سے الگ ہونے کے باوجود کسی ناقد نے اس سانچے کی اصولی سطح پر تردید کی ہے نہ ہی ایسی ترمیم تجویز کی ہے جو اس سانچے میں نمایاں تبدیلی کا تقاضا کرتی ہو۔

(۲) کتاب اصولی سطح پر راست منہاج پر استوار ہونے کے باوجود ترتیب مباحث اور اصولوں کے اطلاق میں بعض کمزور پہلو بھی موجود تھے اور کئی ابھی تک موجود ہیں مثلاً فعل نکرہ کی اقسام میں مناسب تفصیلات کی عدم موجودگی، نحو تفصیلی میں اجزائے کلام کے صرف کے مباحث کی تکرار، نحو ترکیبی میں بہت زیادہ اختصار وغیرہ۔

(۳) مؤلف نے کتاب پر ہونے والی تنقید کی روشنی میں کتاب میں فراواں ترامیم اور اصلاحات کیں۔ان میں سے کچھ ہم زین العابدین فرجاد کے اعتراضات کی ذیل میں دیکھ چکے ہیں۔بحیثیت مجموعی دیکھیں تو کتاب میں ترمیم و اصلاح کی یہ صورت ہے کہ اس وقت ''قواعد اردو'' (طبع جدید) میں کوئی صفحہ ایسا نہیں جسے ہم حرف حرف طبع اول کے مطابق قرار دیں۔

ترمیم واصلاح کی صورت کا جائزہ لیتے ہوئے بھی انتہائی احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ کتاب کے جن ایڈیشنوں میں نمایاں ترمیم واصلاح کی گئی ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ ''قواعد اردو'' تیسرا ایڈیشن، انجمن ترقیء اردو اورنگ آباد سنہ ۱۹۳۶ء

۲۔ ''قواعد اردو'' انجمن ترقیء اردو دہلی، ۱۹۴۰ء

۳۔ ''قواعد اردو'' (طبع جدید) اردو اکیڈمی، لاہور

توجہ طلب امر یہ ہے کہ ترمیم واصلاح کے اس عمل میں کوئی تسلسل یا ارتقا تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب کے پہلے اور تیسرے ایڈیشن (سنہ ۱۹۳۶ء) کے تقابل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کے ورق ورق پر تبدیلی کی گئی ہے۔ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں بھی اختلافات متن بہت نمایاں ہیں لیکن یہ اختلافات ۱۹۳۶ء والے ایڈیشن میں مزید ترمیم کے سبب سے نہیں ہیں بل کہ ۱۹۳۶ء والے ایڈیشن میں کی گئی کئی ترامیم ۱۹۴۰ء والے ایڈیشن میں نظر نہیں آتیں۔ اس طرح ۱۹۴۰ء کا دہلی ایڈیشن، ۱۹۳۶ء والے اورنگ آباد ایڈیشن کی بجائے ۱۹۱۴ء والے پہلے ایڈیشن کے قریب تر ہے یعنی کتاب کا جو متن ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا، وہ اشاعت اول میں معمولی ترامیم کے ساتھ تیار ہوا ہے۔ طبع جدید میں ایک بار پھر ترامیم موجود ہیں لیکن طبع جدید کی زیادہ تر مماثلت ۱۹۳۶ء کے اورنگ آبادی ایڈیشن کے ساتھ ہے۔ کتاب کے جس متن کو طبعِ جدید کا نام دیا گیا ہے، وہ ۱۹۳۶ء ایڈیشن کے متن میں کئی ترامیم کے ساتھ تیار ہوا ہے۔ ''قواعد اردو'' کے مختلف متون کے تقابلی جائزے کے لیے ہمارے پاس اب دو قسم کے متن موجود ہیں۔ ایک متن کتاب کی پہلی اشاعت کا ہے جس میں چند ترامیم کے ساتھ دہلی ایڈیشن ۱۹۴۰ء سامنے آیا۔ دوسرا متن کتاب کی تیسری اشاعت یعنی اورنگ آبادی ایڈیشن ۱۹۳۶ء کا ہے جس میں چند ترامیم کے ساتھ طبع جدید سامنے آئی۔ دونوں قسم کے متنوں کو سامنے رکھیں تو کتاب میں اصلاح و ترمیم کی حسب ذیل صورتیں نمایاں ہیں:

(۱) کتاب میں سب سے زیادہ تصرفات لفظی ہیں۔ لفظی تصرفات میں وہ تصرفات بطور خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کی بنیاد پر قواعدی سطح پر نفس مضمون میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے مثلاً مضاف کی جگہ مضاف الیہ کا لفظ کتاب میں دو جگہ تبدیل کیا گیا یا ہندی اور فارسی کے مشترک حروف تہجی میں سے 'ژ' کو خارج کیا گیا۔

(۲) جملوں کے حذف اور اضافے یا جملوں میں ترامیم یا مختصر عبارت کے اضافے کی مثالیں بھی کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ ان ترامیم کی بنیاد پر کہیں تو نفس مضمون بدل جاتا ہے اور کہیں تشریح و تصریح کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

(۳) ترتیب مباحث میں تبدیلی کی بنیاد پر کئی مقامات پر مباحث کو زیادہ مربوط بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۴) کتاب میں عبارت کے حذف کی مثالیں بھی بکثرت ہیں۔ حذفِ متن کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ وہ مباحث جن کا تعلق براہ راست مباحثِ قواعد کے ساتھ نہیں ہے، حذف کر دیے گئے۔ حذف کی دوسری صورت یہ ہے کہ جہاں کہیں ایک درجے کے مباحث دوسرے درجے میں مذکور ہوئے، وہاں سے نکال دیے گئے مثلاً 'سا'، 'سے'، 'سی' کی معیت کو پہلے صفت میں زیر بحث لایا گیا لیکن بعد میں وہاں سے نکال دیا۔ اسی طرح پہلے ایڈیشن اور ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں اسم عام کی کئی قسمیں؛ اسم کیفیت، اسم جمع، اسم ظرف اور اسم آلہ درج ہیں۔ ۱۹۳۶ء کے ایڈیشن میں اور طبع جدید میں صرف تین یعنی عام نام، اسم کیفیت اور اسم جمع درج ہیں۔

(۵) رموز اوقاف اور عروض کے مباحث طبع اول میں موجود نہیں تھے لیکن ۱۹۳۶ء کے ایڈیشن میں موجود ہیں۔

اصلاح وترمیم کی مجموعی صورت حال کی تفہیم کے لیے مختلف نسخوں سے چند ایک اقتباسات کا اندراج فائدے سے خالی نہیں۔

طبع اول:

اردو زبان میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی ہی سے لینی پڑتی ہیں جیسے انگریزی زبان میں یونانی اور لاطینی سے۔[۳۱]

اورنگ آباد ایڈیشن ۱۹۳۶ء:

اردو زبان میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی ہی سے لینی پڑتی ہیں جیسے انگریزی زبان میں یونانی اور لاطینی سے لیکن خیال یہ رکھا گیا ہے کہ طویل اور ثقیل اصطلاحات نہ آنے پائیں۔[۳۲]

طبع اول میں مباحث کا آغاز:

الفاظ ان انسانی آوازوں کو کہتے ہیں جو ہم اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔زبان الفاظ سے بنتی ہے۔اول بہ لحاظ صوت (آواز)،دوم بہ لحاظ معنی،صورت اور اصل؛سوم بہ لحاظ ترکیب باہمی،جس سے جملہ بنتا ہے اور جس کے ذریعے سے ہم اپنا مافی الضمیر ادا کرتے ہیں۔

ا۔جب ہم کسی لفظ کو سنتے ہیں تو اس میں ایک سادہ آواز ہوتی ہے یا ایک سے زیادہ آوازیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔۔۔[۳۳]

اورنگ آباد میں قواعد کے مباحث کا آغاز اس طرح ہے:

زبان کیا ہے۔زبان ایک انسانی عمل یا سعی ہے۔اس کے دو رخ ہیں۔ایک طرف تو یہ عمل اس شخص کی طرف سے ہے جو اپنے دل کی بات دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے۔دوسری طرف اس شخص کی جانب سے ہے جو دوسرے کے دل کی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔یہ دو شخص ہیں ان میں ایک بولنے والا اور دوسرا سننے والا۔اگر ہم زبان کی فطرت یا زبان کے اس حصے کو صحیح طور سمجھنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زبان کے ساتھ ہوتا ہے تو ہمیں یہ دو شخص اور ان کا باہمی تعلق پیش نظر رکھنا چاہیے۔۔[۳۴]

طبع اول:

اردو حروف تہجی کل چونتیس ہیں اور ان میں ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجایش ہے۔[۳۵]

اورنگ آباد:

اردو حروف تہجی کل ملا کر پچاس ہیں اور ان میں ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجایش ہے۔[۳۶]

طبع اول:

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ان میں اسمائے کیفیت ،اسم ظرف،اسم آلہ،اسم جمع خاص قسمیں ہیں۔اسمائے کیفیت،جن سے حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی،روشنی،صحت۔۔[۳۷]

اورنگ آباد:

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں۔اسم کیفیت،اسم جمع،اسم ظرف،اسم آلہ چند قسمیں ہیں۔اسم کیفیت وہ ہے جس سے کوئی خاص حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی،روشنی،صحت،جلن۔۔۔[۳۸]

دہلی ایڈیشن(۱۹۴۹ء) کے مطابق:

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں۔اسم کیفیت،اسم جمع،اسم ظرف،اسم آلہ چند قسمیں ہیں۔اسم کیفیت وہ ہے جس سے کوئی خاص حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی،روشنی،صحت،جلن۔۔۔[۳۹]

طبع جدید کے مطابق:

اردو میں اسم عام کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔عام نام ۲۔اسم کیفیت ۳۔اسم جمع

اسم کیفیت وہ ہے جس سے کسی شئے یا شخص کی کوئی خاص حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی،روشنی،صحت،جلن۔۔۔[۴۰]

اسما کی تکبیر کے ضمن میں آخری جملے:

طبع اول:

کبھی شہ(شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں جیسے شہتیر،شہباز،شاہ بلوت، شاہراہ،شہپر(یہ فارسی ترکیب ہے)[۴۱]

اورنگ آباد:

کبھی شہ(شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں جیسے شہتیر،شہباز،شاہ بلوت،شاہراہ،شہپر،شاہکار۔یہ اصل میں فارسی ترکیب ہے اور اردو میں عام طور پر مروج ہے۔اسی طرح ہندی الفاظ کے شروع میں ’مہا‘(سنسکرت) لفظ بڑھا کر تکبیر بنا لیتے ہیں جیسے مہا کاج،مہاراج وغیرہ۔[۴۲]

اسم کی حالتوں کے بیان میں مختلف طباعتوں کے مندرجات کی کیفیت یہ ہے کہ طبع اول میں فاعلی،مفعولی، ظرفی،اضافی اور منادیٰ کا ذکر ہے۔اورنگ آباد ۱۹۳۶ء میں تمہیدی بیان میں تبدیلی کے علاوہ اسم کی حالتوں میں فاعلی، مفعولی،خبری ،اضافی ،ندائی،ظرفی اورطوری قسموں کا ذکر ہے۔دہلی ایڈیشن میں بھی یہی اقسام مذکور ہیں۔طبع جدید میں دہلی ایڈیشن کی اقسام میں سے ’ظرفی‘ حالت حذف کر دی گئی ہے۔متن کی عبارت کی کیفیت ملاحظہ ہو:

طبع اول:

اسم کی چند حالتیں ہوتی ہیں اور ہر اسم کے لیے ضرور ہے کہ وہ ذیل کی کسی نہ کسی حالت میں ہو۔

(۱) حالت فاعلی یعنی کام کرنے والے کی حالت۔۔۔

(۲) حالت مفعولی اسے کہتے ہیں جس پر کام کا اثر پڑے۔۔۔

(۳) حالت ظرفی یعنی جب کسی اسم کا تعلق زمان اور مکان سے پایا جائے۔۔۔

(۴) حالت اضافی جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے۔۔۔

(۵) حالت منادیٰ وہ جسے بلایا جائے۔۔۔[۴۳]

اورنگ آباد ایڈیشن کی کیفیت یہ ہے:

صرف کی رو سے اسم کی یہ چند حالتیں ہیں جو جمع کی صورت میں یا حروف ربط کے آنے سے پیدا ہوتی ہیں لیکن بہ لحاظ معنی بھی اسم کی چند حالتیں ہیں جن کا ذکر نحو میں آنا چاہیے لیکن صرف میں بھی بعض اوقات اور خاص طور پر فعل کے بیان میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے سرسری طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تفصیلی بیان نحو میں ہوگا۔

(۱) فاعلی حالت؛ یہ اسم کی وہ حالت ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کا کرنے والا یا کسی خاص حالت میں ہے۔۔۔

(۲) مفعولی حالت؛ یہ وہ حالت ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسم پر کام کا اثر واقع ہوا ہے۔۔۔

(۳) ندائی، جس سے کسی کا بلانا ظاہر ہو۔۔۔

(۴) خبری، وہ اسم جو بطور خبر کے واقع ہوتا ہے۔۔۔

(۵) اضافی؛ جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے۔۔۔

(۶) ظرفی یعنی جب کسی اسم سے زمان یا مکان یعنی وقت یا جگہ کا مفہوم پایا جائے۔۔۔

(۷) طوری؛ جس سے طور طریقہ، اسلوب ذریعہ، سبب اور مقابلہ وغیرہ معلوم ہو۔۔۔[۴۴]

دہلی ایڈیشن میں حالت کی بحث اورنگ آباد ایڈیشن کے مطابق ہے۔طبع جدید میں دہلی ایڈیشن میں مذکور حالت اضافی کو حذف کر دیا گیا۔

صفت کے بیان میں منفی صفات ذاتی کی بحث سے پہلے صفت کے درجے پر گفتگو کی گئی ہے۔مختلف ایڈیشنوں میں اس کی کیفیت کے اختلاف دیکھیے:

طبع اول:

بعض اوقات 'ایک' کا لفظ مبالغہ پیدا کرتا ہے جیسے؛ ایک چھٹا ہوا۔ایک بدذات، ہے۔

یہ جو چشم پرآب ہیں دونوں   ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔ زور کے واسطے بھی بڑھا دیتے ہیں۔

اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں جیسے اس میں یہ اعلیٰ صفت ہے۔ اعلیٰ درجہ کی جنس، اول نمبر کا احمق، پرلے درجہ کا بے وقوف، اس میں اعلیٰ اور اعلیٰ درجہ کا لفظ اسم کے ساتھ آتا ہے، باقی صفات کے ساتھ۔

۶۔ 'سا' کا لفظ بھی صفات کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے مشابہت پائی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی صفت میں کمی کا اظہار ہوتا ہے جیسے لال سا کپڑا، کالا سا رنگ، وہ تو مجھے بے وقوف سا معلوم ہوتا ہے۔ بعض اوقات 'سا' اڑا کر نہایت پاکیزہ مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی ترکیب یہ ہوگی کہ 'پھول سا ہلکا'، 'شہد سا میٹھا' لیکن اس کے معنی بہت ہلکے اور بہت میٹھے کے لیے جاتے ہیں۔۔۔۔ سا، کا استعمال، صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا، بڑا سا گھر، سا، ان معنوں میں سنسکرت کی علامت 'شس' سے نکلا ہے جس کے معنی 'گنا' کے ہیں اور جہاں 'سا' کے معنی مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ 'سما' سے نکلا ہے، برج میں یہ 'سان' ہوا اور ہندی اور اردو میں 'سا' ہو گیا۔[۴۵]

یہ بحث اورنگ آباد ایڈیشن میں اس طرح درج ہے:

بعض اوقات (ایک) کا لفظ مبالغہ کے لیے آتا ہے جیسے؛ وہ ایک چھٹا ہوا ہے۔ ایک بدذات ہے۔

یہ جو چشمِ پر آب ہیں دونوں
ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔ کبھی بہت اور زیادہ مل کر بھی آتے ہیں جیسے؛ وہ بہت زیادہ لالچی ہے۔ کبھی 'بدرجہا' بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے؛ یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ اس سے ہزار درجے اچھی ہے۔ اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں جیسے اعلیٰ درجے کا ماہر، اول نمبر کا چور، ہے، پرلے سرے کا احمق۔[۴۶]

(اس کے بعد کی عبارت حذف کر دی گئی۔)

اب دہلی ایڈیشن ۱۹۴۰ء کی بحث دیکھیے:

بعض اوقات ایک کا لفظ مبالغہ پیدا کرتا ہے جیسے؛ ایک چھٹا ہوا۔ ایک بدذات ہے۔

یہ جو چشمِ پر آب ہیں دونوں　　　ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔ زور کے واسطے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کبھی بہت اور زیادہ مل کر بھی آتے ہیں جیسے؛ وہ بہت زیادہ لالچی ہے۔ کبھی 'بدرجہا' بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے؛ یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ یہ اس سے ہزار درجے اچھی ہے

اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں جیسے اس میں یہ اعلیٰ صفت ہے۔ اعلیٰ درجہ کی جنس، اول نمبر کا احمق، وہ مجھے پرلے درجہ کا بے وقوف معلوم ہوتا ہے۔

یہی حرف بعض اوقات اسم یا ضمیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس سے مل کر صفت کا کام دیتا ہے اور اس سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے جیسے؛ بادل کا سا یبان مجھ سا گنہگار، تم سا عقل مند۔

بعض اوقات یہ حرف اسم اور ضمیر کی اضافی حالت کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اس وقت خود شخص یا شئے سے مشابہت ظاہر نہیں ہوتی بل کہ کسی ایسی بات سے مشابہت ہوتی ہے جو اس شخص یا شئے میں پائی جاتی ہے جیسے آدمی کی سی بولی، ہاتھی کی سی سونڈ،۔۔۔ بکرے کی سی ڈاڑھی (یہاں حرف اضافت کے بعد اسم محذوف سمجھا گیا ہے۔ یعنی آدمی کی بولی کیسی بولی۔ ہاتھی کی سونڈ سی سونڈ) بعض اوقات موصوف محذوف ہوتا ہے جیسے پھول سا نظر آتا ہے، پہاڑ کی چوٹی سی، معلوم ہوتی ہے۔ یہاں وہ شئے جسے ہم دیکھ رہے ہیں محذوف ہے۔۔۔ اس طرح یہ صفت کے ساتھ آکر اسم کی تعریف کرتا ہے۔۔۔ پھول سا ہلکا، پتھر سا سخت۔

اس قسم کی ترکیب میں سے کبھی 'سا' اڑا کر بہت پاکیزہ مبالغہ پیدا کیا جاتا ہے جیسے ہلکا پھول، میٹھا شہد۔۔۔

اس قسم کی ترکیبی صفات کی چند مثالیں دی جاتی ہیں:

ہلکا پھول، میٹھا شہد،۔۔ ٹھنڈا برف، اندھیرا گھپ۔۔۔

'سا' کا استعمال، صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا، بڑا سا گھر، سا ان معنوں میں سنسکرت کی علامت 'شس' سے نکلا ہے جس کے معنی 'گنا' کے ہیں اور جہاں سا کے معنی مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ 'سما' سے نکلا ہے، برج میں یہ 'سان' ہوا اور ہندی اور اردو میں 'سا' ہو گیا۔[۴۷]

طبع جدید میں ایک بار پھر اس بحث کو مختصر کر دیا گیا۔ لکھتے ہیں:

بعض اوقات ایک کا لفظ بھی مبالغے کے لیے آتا ہے جیسے؛ وہ ایک چھٹا ہوا ہے۔ ایک بدذات ہے۔

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں   ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔

کبھی بہت اور زیادہ مل کر بھی آتے ہیں جیسے: وہ بہت زیادہ لالچی ہے۔ کبھی 'بدر جہا' بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے؛ یہ اس سے بدر جہا بہتر ہے۔ یہ اس سے ہزار درجے اچھی ہے۔ اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں جیسے اعلیٰ درجے کا ماہر اول نمبر کا چور، ہے، پرلے سرے کا احمق۔[۴۸]

یہاں ہم نے مختلف ایڈیشن سے چند اقتباس ایک دوسرے کے تقابل میں دیکھے۔ ان میں ترمیم کا عمل نمایاں ہے۔ اب ایک ایسی مثال دیکھتے ہیں جہاں ایک آدھ لفظ کی تبدیلی کی گئی ہے۔

طبع اول:

محمود کا گھوڑا، یہاں گھوڑا اضافی حالت میں ہے اور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف) سے ظاہر کرتا ہے۔[۴۹]

اورنگ آباد۱۹۳۶ء:

محمود کا گھوڑا، یہاں گھوڑا اضافی حالت میں ہےاور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف الیہ) سے ظاہر کرتا ہے۔[۵۰]

طبع جدید:

محمود کا گھوڑا، یہاں گھوڑا اضافی حالت میں ہےاور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف الیہ) سے ظاہر کرتا ہے۔[۵۱]

مضاف کی جگہ مضاف الیہ کا لفظ لانے سے ایک تو 'محمود' اور 'گھوڑا' کا قواعدی درجہ تبدیل ہوگیا ہے اور اس غلطی کی اصلاح بھی ہوگئی ہے جو طبع اول میں موجود تھی۔

اقتباساتِ مندجہ بالا سے غرض یہ ہے کہ کتاب میں ترمیم واصلاح کے عمل پر روشنی پڑ سکے۔ہم نے ابتدا میں کتاب کے مشمولات کا اجمالاً تذکرہ کیا تھا۔ یہاں موضوعاتی سطح پر قابل ذکر تغیر کے بغیر مشمولات کی صحیح کیفیت سامنے نہیں آتی۔ موضوعاتی سطح پر مطالعے کے یہ امور سامنے رکھنا لازم ہیں۔

(۱) قواعد کے مفہوم کو کہنے والے اور سننے والے کے درمیان لسانی عمل سے وابستہ کر کے زبان کی تحریری شکل کی بجائے بول چال کی اہمیت پر زور دیا۔

(۲) حروف تہجی کے تسامحات دور کیے گئے اور مخلوط حروف کو شامل کر کے تعداد بڑھادی اور حروف تہجی کو اردو کے مزاج کے مطابق تسلیم کرلیا گیا۔

(۳) اسم نکرہ کی اقسام کو مختصر کردیا گیا۔

(۴) اسم کی پانچ حالتوں کی بجائے آٹھ حالتیں کردیں۔

(۵) تاریخ الفاظ کے مباحث کچھ کم کیے گئے لیکن پھر بھی متعدد مقامات پر درج ہیں۔

(۶) نحو کے متعدد مباحث میں ترمیم کر کے طبع جدید میں تفصیل اور تشریح زیادہ کردی ہے۔

(۷) رموز اوقاف اور عروض کے مباحث بھی طبع جدید میں موجود ہیں۔

اس حالت میں بھی عین ممکن ہے توضیحات وتشریحات یا کلمات کے درجے کی شناخت میں کئی مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہو لیکن اپنی ہیئت کے اعتبار سے یہ ایک ایسی کتاب ثابت ہوئی جو اردو قواعد نویسی کے لیے ایک رہنما کی حیثیت اختیار کرگئی۔نصابات میں اس کی سفارش کی گئی تو مستقبل کی نصابی قواعد نویسی کی روایت میں اس سے استفادے کی بے شمار مثالیں سامنے آئیں۔جن معروف قواعد نویسوں نے اس کتاب کی تحریک سے کتابیں لکھیں ان میں زین العابدین فرجاؔد مؤلف ''آئین اردو''، جلال الدین احمد جعفری زینبی مؤلف ''عمدۃ القواعد'' و''اساس اردو''، نسیم امروہوی مؤلف ''نسیم القواعد''، ضامن علی کنتوری مؤلف ''قواعد کنتوری'' اور ابواللیث صدیقی مؤلف ''جامع القواعد'' کے نام نمایاں ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ''اردو قواعد'' میں اشتقاق کی بحث میں ''قواعد اردو'' سے بہت استفادہ کیا۔

یہ کتاب ابتدا میں تنقید کا نشانہ بنی لیکن آہستہ آہستہ اس کی اہمیت کا احساس بڑھنے لگا اور اردو قواعد پر سنجیدگی سے کام کرنے والوں نے اس کی اہمیت کا برملا اعتراف کیا۔چند آرا دیکھیے :

ڈاکٹر نیر اقبال کے الفاظ میں:

تقریباً بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی کے خاتمے تک مرتب ہونے والی تمام قواعدی تالیفات کی عمومی نہج سے ہٹ کر، انگریزی قواعدنویسی کے اصولوں کا تتبع کرتے ہوئے بابائے اردو نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف ''قواعدِ اردو'' لکھی۔ ان کی ''قواعدِ اردو'' اور ''اردو صرف ونحو'' دونوں تالیفات میں اردو زبان کے اصولوں کی، عربی فارسی سے الگ مان کر تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[۵۲]

اسی قسم کا ایک بیان ڈاکٹر معراج نیّر کے ہاں بھی ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس نحوی تراکیب کے بیان میں انھوں نے انگریزی قواعد کے اصولوں کو مدنظر رکھا ہے۔[۵۳]

ڈاکٹر معراج نیّر کا میدان زبان وقواعد کی تحقیق نہیں اس لیے چنداں حیرانی کی بات نہیں لیکن ڈاکٹر نیّر اقبال کا بیان ضرور محل نظر ہے۔ اس اقتباس میں ''تمام قواعدی تالیفات'' اور ''انگریزی قواعدنویسی کے اصولوں کا تتبع'' ہر دو تعینات خالص تحقیقی حوالے سے درست نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی عبدالحق سے پہلے بابو کاہن سنگھ کی ''قواعد اڑدو'' (۱۹۶۷ء) اور مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کی ''قواعدِ اردو'' (حصہ دوم) (۱۹۰۴ء) سامنے آچکی تھیں، جن میں اجزائے کلام کی بنا پر قواعدنویسی کی کوشش کی گئی تھی۔ اسی طرح اردو میں انگریزی قواعدنویسی کی منہاج سے استفادہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے ''اصولوں کا تتبع'' کہنا درست نہیں۔ تقسیم اسم، لوازم اسم، فعل کی بحث، فعل کی صورتیں، کلمات کی ساخت اور اشتقاق کے قرینے، نحو تفصیلی اور نحو ترکیبی کا تصور، اجزائے کلام کی مطابقت اور بطور خاص فعل کی مطابقت کے طریقے؛ غرض قدم قدم پر ایسے مقام آتے ہیں جہاں اردو اور انگریزی قواعد میں اصولی سطح پر اختلاف ہے اور مولوی عبدالحق ہر موقع پر انگریزی کے تتبع کی بجائے اردو کے تجزیے پر اپنی قواعد کی بنیاد رکھی ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خان کے مطابق:

مولوی عبدالحق نے اپنی قواعدِ اردو میں ایک اور طرز اختیار کیا، جس کو ان سے پہلے اردو کے کسی اہل زبان قواعدنویس نے اختیار نہیں کیا تھا، انھوں نے ''مصباح لقواعد'' سے بالکل جدا راہ اختیار کی اور عربی اصول پر قواعد کو مرتب نہیں کیا۔ ان کی قواعدِ اردو بڑی حد تک مستشرقین قواعدنویسوں کے اصول پر لکھی گئی ہے۔ مگر چوں کہ وہ اردو کے بہترین مزاج شناس ہیں، اس لیے انھوں نے جدید مغربی اصولِ قواعدنویسی سے استفادے کے ساتھ اردو کی انفرادیت کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔[۵۴]

ڈاکٹر سہیل بخاری کے الفاظ میں

مولوی عبدالحق کی لکھی ہوئی واحد کتاب ''قواعدِ اردو'' ہے جو اس گہری تاریکی میں ایک نورانی کرن کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں انھوں نے اردو پر ایک آزاد زبان کی حیثیت سے غور کر کے پہلی بار اس کی نظامیات کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی سکت عطا کی ہے۔[۵۵]

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ اپنے مضمون ''ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے تحقیقی کارنامے'' (مشمولہ نقدِ عبدالحق) میں لکھتی ہیں:

ادب کے علاوہ اردو زبان کی قواعد کی تدوین مولوی صاحب کا شاندار تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس میں اردو حروف تہجی، اردو افعال اور اردو صرف ونحو کا جس طرح مولوی صاحب نے مطالعہ کیا ہے وہ اردو لسانیات کے متعلم

کے لیے مشعل راہ ہے۔[۵۶]

اس کتاب کا بنیادی وصف یہی ہے کہ اس میں مستشرقین اور مقامی قواعدنویسوں کی قواعدنویسی سے حسب ضرورت استفادہ تو کیا گیا لیکن قواعد خالصتاً اردو کے مزاج اور اس کی ساخت کے مطابق مرتب کیے گئے۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ کے مطابق:

عبدالحق نے اس قواعد میں فارسی اور عربی قواعدنویسی کو نمونہ نہیں بنایا بل کہ اس میں خاصی ترمیم پیدکی اور اردو زبان کے اپنے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے انگریزی قواعدنویسی کے جدید اصولوں سے بھی استفادہ کیا۔ عبدالحق کی یہ قواعد آج بھی اردو کی سب سے جامع اور معیاری قواعد سمجھی جاتی ہے۔[۵۷]

اس امر میں شک وشبے کی گنجایش بھی نہیں کہ مولوی عبدالحق نے مقامی اور مستشرقین کی اردو قواعدنویسی کی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں اپنی اجتہادی اپروچ کا استعمال کیا۔ اس طرح ایک ایسی قواعد لکھی جو اردو کی اہم ترین قواعد کہی جاسکتی ہے۔ یہ واحد قواعد ہے جس پر اض بھی تنقیدی مضامین لکھے جارہے ہیں۔ معترضین کے اعتراضات کے باوصف یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے بالعموم ''اہل علم نے سراہا اور پسند کیا ہے۔'' [۵۸] سید قدرت نقوی کے خیال میں:

اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی کوئی کوشش ایسی نظر نہیں آتی کہ کہا جاسکے کہ یہ کام آگے بڑھا ہے۔[۵۹]

''قواعد اردو'' کے بارے میں یہ رائے بھی مبالغے پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب نے کئی ماہرین زبان کو قواعدنویسی کی طرف مائل کیا اور ان کی رہ نمائی کی۔ بھلے قواعدنویسی اس امر کا اعتراف کریں یا نہ کریں لیکن بیسویں صدی کے نصف اوّل میں قواعدنویسی کی وہی منہاج پسندیدہ قرار پائی جو اس کتاب میں اختیار کی گئی۔ نواب زین العابدین کی ''آئین اردو''، جلال الدین احمد جعفری زینبی کی ''عمدۃ القواعد''، ضامن علی کنتوری کی ''قواعد کنتوری'' اور نسیم امروہوی کی ''آئین اردو'' ایسی ہی کتابیں ہیں جو ''قواعد اردو'' کی منہاج سے استفادے کے بعد لکھی گئیں۔ بعد ازاں لکھی گئی بیش تر کتابوں پر بھی ''قواعد اردو'' کے اثرات تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اس وقت اس کتاب کی تالیف کو ایک صدی ہونے کو ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی تدوین نو کی جائے اور ایک مستند متن سامنے لایا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابوسلیمان شاہ جہان پوری، کتابیات قواعد اردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۹ اپر اندراج نمبر ۱۰۹

۲۔ معراج نیّر، سید، ڈاکٹر، بابائے اردو، ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔فن اور شخصیت، لاہور، مکتبہ ابلاغ، ۱۹۹۵ء، ص:۳۹۳

۳۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، قواعد اردو، لکھنؤ، الناظر پریس۔۱۹۱۴ء، ص:۲

۴۔ نجم رحمانی، ڈاکٹر، ایف۔ایم۔، اردو کے فروغ میں انگریزوں کے پنجاب کے نظام تعلیم کا حصہ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی۔مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، س۔ن، ص:۴۹۰

۵۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، قواعد اردو، لکھنؤ، الناظر پریس، طبع اول، ۱۹۱۴ء ص:۲

۶۔ ایضاً، ص:۳

۷۔ ایضاً، ص:۹

۸۔ ایضاً، ص:۸۱

۹۔ ایضاً، ص:۱۱۵

۱۰۔ عبدالغنی، مولوی، محمد، تنقید بر قواعد اردو، لکھنؤ، مطبع مفید عام، ۱۹۱۹ء، ص:۱۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۶

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۶۔۱۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۳

۱۴۔ ایضا، ص:۲۶

۱۵۔ عبدالحق، مولوی، قواعد اردو، ص؛۱۱۹

۱۶۔ عبدالغنی، مولوی، تنقید بر قواعد اردو، ص:۹

۱۷۔ ایضاً۔ص:۱۲

۱۸۔ ایضاً۔ص:۱۲

۱۹۔ ایضاً۔ص:۱۳

۲۰۔ ایضا، ص:۱۳

۲۱۔ ایضا، ص:۱۳

۲۲۔ ایضاً، ص:۷

۲۳۔ ایضاً، ص:۳۸

۲۴۔ ایضاً، ص:۴۰

۲۵۔ یہ اعتراضات ’’آئین اردو‘‘ مؤلفہ زین العابدین فرجاد، مطبوعہ نامی پریس میرٹھ، سنہ ۱۹۲۶ء کے صفحہ نمبر ۱۵ تا ۱۸ پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۲۶۔ عبدالحق،مولوی،قواعداردو،ص:۱۲۸
۲۷۔ ایضاً،ص:۱۷۶
۲۸۔ فرجاد، زین العابدین، آئین اردو،ص:۱۷
۲۹۔ عبدالحق،مولوی،ڈاکٹر،قواعداردو(طبع جدید)لاہور،لاہوراکیڈمی،۱۹۵۸ء،ص:۲۲۲
۳۰۔ فرجاد، زین العابدین، آئین اردو،ص:۱۹
۳۱۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:[۱۹]مقدمہ
۳۲۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،مجلس ترقی اردو ہند،۱۹۳۶ء،ص:۲۱
۳۳۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۱
۳۴۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،ص:۱
۳۵۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۶
۳۶۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،ص:۸
۳۷۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۲۷
۳۸۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،ص:۲
۳۹۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،دہلی،انجمن ترقی اردو،۱۹۴۰ء،ص:۱۲
۴۰۔ عبدالحق،مولوی،ڈاکٹر،قواعداردو(طبع جدید)،ص:۵۳
۴۱۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۵۱
۴۲۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،ص:۵۳
۴۳۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۴۸۔۵۰
۴۴۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو،اورنگ آباد،ص:۵۲
۴۵۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۵۵
۴۶۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(اورنگ آباد ایڈیشن)،ص:۵۲
۴۷۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(دہلی ایڈشن)،ص:۵۲۔۵۳
۴۸۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع جدید)،ص:۹۲
۴۹۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع اول)،ص:۱۶۱
۵۰۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(اورنگ آباد)،ص:۱۶۳
۵۱۔ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،قواعداردو(طبع جدید)،ص:۲۲۱
۵۲۔ نیراقبال،ڈاکٹر،بابائے اردو کی قواعد(مقالہ)مشمولہ ساقی،کراچی،۱۹۶۹ء،ص:۳۹
۵۳۔ معراج نیّر،سید،ڈاکٹر،بابائے اردو،ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔فن اور شخصیت،لاہور،مکتبہ ابلاغ،۱۹۹۵ء،ص:۹۳
۵۴۔ غلام مصطفیٰ خان،ڈاکٹر،جامع القواعد(حصہ نحو)،لاہور،اردو سائنس بورڈ،۲۰۰۳ء،ص:۱۲
۵۵۔ سہیل بخاری ڈاکٹر،نظامیات اردو،لاہور،اردو اکیڈمی پاکستان،۱۹۸۸ء،ص:۱۸

۵۶۔ رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر، مولوی عبدالحق کے تحقیقی کارنامے، (مضمون مشمولہ) ماہنامہ ''قومی زبان''، کراچی، اگست ۱۹۹۶ء۔ص:۳۸

۵۷۔ خلیل احمد بیگ، مرزا، اردو میں لسانی تحقیق (مضمون مشمولہ) نقوش، لاہور، سال نامہ ۱۴۲، ص:۱۰۵

۵۸۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، بابائے اردو مولوی عبدالحق اور قواعد اردو، (مضمون مشمولہ) اخبار اردو، اسلام آباد، جلد:۲۱، شمارہ:۴، اپریل ۲۰۰۵ء، ص:۲۲

۵۹۔ قدرت نقوی، سیّد، مطالعہ عبدالحق، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۷ء ص:۲۹

ماخذ و منابع:

کتب:

۱۔ ابوسلیمان شاہ جہان پوری، کتابیات قواعد اردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء،

۳۔ زین العابدین فرجاد، آئین اردو، میرٹھ، نامی پریس، سنہ ۱۹۲۶ء

۴۔ سہیل بخاری ڈاکٹر، نظامیات اردو، لاہور، اردو اکیڈمی پاکستان، ۱۹۸۸ء

۵۔ عبدالحق، مولوی، داکٹر، قواعد اردو، لکھنؤ، الناظر پریس۔۱۹۱۴ء

۶۔ عبدالحق، مولوی ڈاکٹر، قواعد اردو، اورنگ آباد، مجلس ترقی اردو ہند، ۱۹۳۶ء

۷۔ عبدالحق، مولوی ڈاکٹر، قواعد اردو، دہلی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء

۸۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، قواعد اردو (طبع جدید) لاہور، لاہور اکیڈمی، ۱۹۵۸ء

۹۔ عبدالغنی، مولوی، محمد، تنقید بر قواعد اردو، لکھنؤ، مطبع مفید عام، ۱۹۱۹ء

۱۰۔ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، جامع القواعد (حصہ نحو)، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء

۱۱۔ قدرت نقوی، سیّد، مطالعہ عبدالحق، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۷ء ص:۲۹

۱۲۔ معراج نیّر، سید، ڈاکٹر، بابائے اردو، ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔فن اور شخصیت، لاہور، مکتبہ ابلاغ، ۱۹۹۵ء

رسائل و جرائد:

۱۔ اخبار اردو، اسلام آباد، جلد:۲۱، شمارہ:۴، اپریل ۲۰۰۵ء

۲۔ ساقی، کراچی، ۱۹۶۹ء

۳۔ ماہنامہ ''قومی زبان''، کراچی، اگست ۱۹۹۶ء

۴۔ نقوش، لاہور، سال نامہ ۱۴۲

تحقیقی مقالات:

۱۔ انجم رحمانی، ڈاکٹر، ایف۔ایم۔، اردو کے فروغ میں انگریزوں کے پنجاب کے نظام تعلیم کا حصہ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی۔مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، س۔ن

۲۔ نعمت الحق، ڈاکٹر، اردو لسانیات۔۔تاریخ و تنقید کی روشنی میں (غیر مطبوعہ مقالہ پی ایچ ڈی) مخزونہ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی لائبریری ملتان ۱۹۹۶ء